© rasailojaraid.com

تفصیلی جائزہ

تاریخ جماعتِ اسلامی (حصّہ اوّل)

نعیم صدیقی

آباد شاہ پوری صاحب ایک ایسے ادیب و مصنّف ہیں جو نہ صرف شروع سے مولانا مودودیؒ کے ہم سفر ہیں بلکہ مولاناؒ کے نظامِ فکر کے ہر کونے اور زاویے پر ان کی گہری نظر بھی ہے اور جب وہ اس کے متعلق قلم اٹھاتے ہیں تو روشنائی میں ان کے جذبات کی گھلاوٹ خاص رنگ پیدا کردیتی ہے جو کم لوگوں کے ہاں ملتا ہے۔

مگر مؤرخ کو ایک جج کی طرح فریقِ ثانی (یا ثالث و رابع) کے نقطہ ہائے نظر کو بھی سامنے لاکر محاکمہ و جرح کا دو طرفہ کام کرنا ہوتا ہے۔ پس میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مولانا کے خاص محب اور جماعت کے فدائی' یا دوسرے لفظوں میں خود شرکائے جماعت کبھی بھی مؤرخ ہونے کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتے۔ مؤرخ اتنا مصلحت بیں نہیں ہوتا کہ وہ بعض احوال و واقعات کو حذف کردے' یا ان کی ضروری تفصیلات کو پردۂ اخفا میں چھوڑ دے' یا خاص خاص معاملات اور نظریات کے متعصب اور غیر متعصب ناقدوں کا ذکر ترک کردے اور ان کے فرمودات کا تجزیہ یا ان کے ذہنی پس منظر کا جائزہ لینے سے کترا کر نکل جائے۔ جماعت کے نقطۂ نظر سے یہ ضروری ہے کہ بھڑوں کے بہت سے چھتّوں کو جھاڑیوں اور جھونپڑوں میں مخفی ہی رہنے دیا جائے اور ایک گذشتہ لڑائی کو آئندہ کے لئے از سرِنو نہ اُبھارا جائے۔ اس کی وجہ سے کئی لوگ بگڑ سکتے ہیں لیکن جب بھی کوئی بے رحم مؤرخ جماعت کے باہر سے نمودار ہوگا' وہ تمام واقعات کی جڑیں تک تلاش کرے گا۔ میرا خیال ہے کہ برادر آباد شاہ پوری کا شاندار کام ہمارے سامنے ایک دلکش کتاب اخلاص و عقیدت کو لایا ہے جس سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ چیز ارکان اور کارکنوں کے عزائم اور تحریکی رجحانات کو مہمیز کرتی ہے۔ اس لحاظ سے میں اس کتاب کا بہت بڑا قدر داں ہوں۔

اس کتاب نے دراصل ہمارے سامنے مولانا مودودیؒ کے خلوص' ان کے فکر' ان کے مطالعہء احوال' ان کے تجزیہ مسائلِ ملّیہ کو' حالات کی خطرناکی اور تعمیری واصلاحی کام کرنے کی بے چینی کو' اور ساتھ ہی ساتھ حالات کی مسلسل ناسازگاری اور اس کے باوجود مولانا کی پُر امید ذہنیت اور سعی و جہد کو نمایاں کیا ہے۔

یہ بات آدمی پہلی دفعہ سمجھتا ہے (اور اس پر کوئی عمل نہیں کرتا) کہ ایک شخص کو قوم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بچی خدمت یا کسی تنظیم و تحریک کی قیادت کے لئے کس طرح اور کتنی تیاری کرنی چاہیے۔ آج کا آدمی تو فنِ تقریر' عوام کی اجتماعی و ہجومی نفسیات اور تھوڑی سی معلومات عامہ (جدید' یا قدیم) کے سامنے وزارت و صدارت کے لئے میدان میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔ بلکہ دولت اور جاگیر والے ان پڑھ لوگ پارٹیوں کی صفِ اکابر میں شامل ہوتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ہم لوگ بھی صرف ووٹ حاصل کرنے کی صلاحیتوں کے ساتھ بڑے طوع و رغبت سے قیادت و امارت کا تاج پہن لیا کریں گے اور گھر سے یہی ارادہ کرکے چلیں گے۔ بعید نہیں کہ بچپن کے خواب ہمارے لئے مکاشفۂ ربانی کے برابر اور قابلیتوں اور صلاحیتوں کی سب سے بڑی سند ہوں۔

مولانا مودودیؒ نے نہ صرف دینی علوم اور مغربی علوم کا کئی برس تک مطالعہ کیا' اپنے لٹریچر میں ان پر بحثیں کیں' بلکہ دوسری طرف اپنے دور کی تمام تحریکوں اور جماعتوں کا بغور مطالعہ اور تجزیہ کیا اور پھر جس دردمندی کے ساتھ اللہ سے اپنے کربناک احساسات کا اظہار کیا' ناگفتہ بہ حالات کی تصویریں پیش کیں اور اور پھر حل مسائل کے لئے اور نصرت و تائید کے لئے دعائیں کیں' یہ سارا خاکہ آباد شاہ پوری صاحب نے کھینچ کر دکھایا ہے۔ اس خاکے کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کو معاشرے میں وقار کیوں حاصل ہوا۔ ان میں نوجوانوں کے لئے کشش کہاں سے آئی اور نازک ترین مواقع پر انہوں نے حق کا کس طرح احقاق اور باطل کا ابطال کیا۔

چند آیتیں اور چند سورتیں اور چند اشعار یاد کرکے میدان خطابت کا شہسوار بن جانے والوں کے لئے ادھر ہرگز کوئی کام نہیں ہے۔ وہ اگر آئیں گے تو مولانا مودودیؒ نے ۷۹-۷۸ تک جو کچھ کیا تھا اسے بھی برباد کرکے رکھ دیں گے۔ مولاناؒ کی جگہ کام کرنے کے لئے ایسے لوگ چاہئیں جو برسوں اتنا کچھ پڑھیں جتنا مودودیؒ نے تخلیقی اور تنقیدی رجحان کے ساتھ پڑھا ہے۔ وہ ایسے لوگ ہوں جو ماحول کا اس طرح تجزیہ کرکے دکھائیں جیسا مولانا نے سیاسی کشمکش وغیرہ میں دکھایا ہے۔ پھر وہ ایسے لوگ ہوں جو اس شخص کا سا خلوص' اس کی دردمندی' اس کا سا سوز و ساز' اس کا سا اٹل کردار اور اس کا سا اسلامی تہذیبی شعور رکھتے ہوں۔ افسوس کہ ہمارے ہاں ایسا کوئی انتظام نہیں کیا گیا کہ ۵' ۷ سال میں ہر وقت سات آٹھ آدمی ویسی تعلیم و تربیت پا رہے ہوں جیسی مولانا نے حاصل کی۔

مولانا نے تحریکِ مجاہدین' تحریکِ خلافت' کانگریس' جمعیت العلما' مسلم لیگ' خاکساروں کا جائزہ لیا ہے' اور انگریزی سامراج کی دسیسہ کاریاں ایسی جزبہ جز بیان کی ہیں اور لادینی اسٹیٹ کے متعلق' مسئلہ تعلیم اور مسئلہ قومیت کے متعلق' مغربی تہذیب کے متعلق اتنا مواد پیش کیا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ آج تک کی اس کی دوسری مثال نہ پیدا ہوسکی۔ بلکہ مغربی علوم و افکار کا تنقیدی جائزہ لے کر مختلف موضوعات پر اسلام کو متقابلاً" پیش کرکے ثابت کیا ہے کہ وہ ایک مکمل نظام فکر و اعتقاد اور ایک سیاسی،معاشی و معاشرتی سسٹم ہے۔ مولاناؒ نے ہر دائرہ زندگی کے متعلق اصولی خاکے مرتب کرکے بعد کے محققین کے لئے راستہ ہموار کردیا۔ "علی الخصوص" سوشلزم کے پروپیگنڈے کا جو محاذ کام کر رہا تھا،اسے توڑنے کے لیے سوشلزم کی ماہیت اور اس کے واقعاتی پہلوؤں کو سادہ انداز میں پیش کردیا۔ لیکن ساتھ کے ساتھ سرمایہ وارانہ نظام کو بھی اسی طرح نشانہ تنقید بنایا۔

مولانا مودودی کی اس پوری اسکیم کی جھلک موجود ہے جس کے ذریعے وہ انتشار زدہ ملت اسلامیہ کو اس کے اصل مقام (سعی اقامت دین) تک لے جانا چاہتے تھے۔ وہ کیسے آدمی اس کے لئے چاہتے تھے' وہ اسلامی تحریک انقلاب کو آگے بڑھانے کے کن طریقوں سے کام لینا چاہتے تھے' وہ نمائش اور ہنگامہ آرائی اور کوتاہ اخلاقی کے ان طور طریقوں کو تحریک کے لئے مہلک سمجھتے تھے جو دوسری سیاسی پارٹیوں یا فرقہ وارانہ مذہبی جماعتوں میں رائج تھے۔ انہیں اپنے آدمیوں میں مضبوط ایمان کے ساتھ' سرمایۂ علم اور روشن کردار کی ضرورت تھی۔ اس بات کو لٹریچر میں نہایت تفصیل سے پیش کیا گیا مگر دستور میں ان کے لئے اجمال کا پیرایہ اختیار کرنا ہی مناسب تھا۔ مولاناؒ کی دعوت کا اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ زندگی کو تضاد اور منافقت سے پاک کرو۔ اس بیماری نے ساری قوم کی رگوں میں زہر پھیلا دیا ہے۔

اسی سلسلے میں انہوں نے قرار دادِ مقاصد پاس ہونے کے بعد جب شرکتِ انتخاب کو جائز اور ممد ذریعۂ کار سمجھا تو انہوں نے اس کے متعلق لٹریچر میں توضیح کردی کہ جماعتی اصولوں' تحریکی اخلاق و کردار کو کسی بھی حال میں ووٹوں کے حصول اور نشستیں جیتنے کے لئے قربان نہیں کیا جائے گا۔

چند خاص خاص مندرجات قابل توجہ ہیں :-

(۱) سیّد مودودیؒ کے مطالعات و مشاہدات کا ماحصل یہ تھا کہ ملّت اسلامیہ کو پستی سے نکالنے کا طریقہ صرف اقامتِ دین کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ یعنی خدا و رسولؐ پر ایمان لانا' کتاب و سنّت کے مطابق زندگی بسر کرنا' اور دین کی اس دعوت کو لے کر معاشرے کو اس کے لئے تیار کرنا کہ وہ دین کو سیاسی طور پر رائج اور غالب کرے۔

(۲) ساتھ ہی انہیں اسلام کے دُھندلے تصوّرات کے مقابلے میں یہ کام بھی اپنی دعوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لئے ضروری محسوس ہوا کہ وہ اسلام کی فکری و ایمانی سیاسیات کے ساتھ ساتھ ہر مسئلے میں دین کا سسٹم بھی واضح کریں۔ نیز اسے عقلی و دینی لحاظ سے صحیح اور برتر بھی ثابت کریں۔

(۳) اس اصل تعمیری کام کی فکر کرنے کے ساتھ مولانا کو کانگریس اور انگریز کی سازش سے قائم ہونے والے ملحدانہ' وطن پرستانہ' لادینی اسٹیٹ کے خطرے کی طرف بھی قوتیں صرف کرنی پڑیں جو مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے متعصب' مسلم دشمن ہندو کی زیادہ خوفناک غلامی میں مبتلا کرنے کے لئے کی جا رہی تھی۔

یعنی محاذِ جنگ بہت زیادہ وسیع ہوگیا۔ ایک طرف مسلمانوں کی اکثریت میں جہالت' جذباتیت' افتراقات' اخلاقی پستیوں' رسومِ فاسدہ' دینی جہالت و تضاد کے فروغ کے خلاف کام کرنے کی ضرورت۔ دوسری طرف افرنگی افکار اور مغربی معاشرت کا مسلمانوں میں تیز رفتار نفوذ اور اسے روکنے کی ضرورت۔ تیسری طرف انگریز اور ہندو کی سیاسی ملی بھگت کی زد سے مسلمانوں کو بچانے کی ضرورت۔ کانگرس کا ساتھ دینے والی مسلمان جماعتوں کو اس خطرناک روش سے بچانے کی ضرورت' اور بعد میں مسلم لیگ کے زور پکڑنے پر مسلم لیگی حلقوں کو اس بات پر متوجہ کرنے کی ضرورت کہ نہ صرف ضبط و تنظیم بلکہ اسلام کا علم حاصل کرنے اور اسلامی کردار اپنانے کی کوشش کی جائے' نیز اسلام کا نعرہ لگانے والی مقبولِ عوام تنظیم میں مخالفِ اسلام اور تارکِ اسلام عناصر کو نہ لیا جائے۔

کام کے اس درجہ پھیل جانے کی وجہ سے اصل بنیادی کام ایک محدود حلقے تک ہی جگہ بنا سکا' کیونکہ اگر وقتی سیاسی طوفان سے بچاؤ کی فکر نہ کی جاتی تو پھر سرے سے کام کرنے کا موقع نہ رہتا۔

بصیرت مند قومیں ہوتی ہیں جن کی سیاسی پارٹیاں ایک کام کرتی ہیں اور علمی یا دینی یا ثقافتی کام کرنے کے لئے اگر کوئی چھوٹی قوت یا ادارہ کام کرنا چاہے اور وہ کام فی نفسہٖ مفید ہو تو ان کو کام کرنے دیا جاتا ہے۔ جذباتی قومیں سب کو اپنے اندر جذب کرنے کے لئے زور لگاتی ہیں۔ جو ساتھ مل گیا وہ اپنا ہے' جو نہ ملا وہ دشمن ہے۔ اسی فارمولے کے تحت بعض پُر جوش مسلم لیگی شخصیتوں نے ملاقاتوں اور گفتگوؤں سے مولانا کو زچ کرنا چاہا۔ اخباری محاذ بھی اپنا کام کر رہا تھا۔

ڈاکٹر سیّد ظفر الحسن کے نام ایک مکتوب محررّہ ۲۳ ربیع الثانی ۵۷ھ میں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے علامہ اقبالؒ سے ملاقات کا حال لکھا ہے۔

"سردست ہم مسلم لیگ سے اس سے بڑھ کر کوئی توقع نہیں کرسکتے کہ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجودہ غیر اسلامی نظام سیاست میں مسلمانوں کی قومی پوزیشن کو درپیش (؟) محفوظ کرنے ہی کی کوشش کرے گی۔ یہ چیز ہمارے اصلی نصب العین "دارالاسلام" سے بہت فروتر ہے۔ اس لئے ہم اپنے آپ کو مسلم لیگ کے ساتھ IDENTIFY نہیں کرسکتے۔ ہمارے لئے صحیح پالیسی یہ ہے کہ Rear Guard میں رہیں اور ایک طرف تو اپنے خیالات کی اشاعت سے مسلم لیگ کی اکثریت کو بتدریج اپنے نصب العین سے قریب تر لانے کی کوشش کرتے رہیں اور دوسری طرف مردانِ کار کی ایک ایسی طاقت ور جماعت تیار کرنے میں لگے رہیں جو دارالاسلام کی فکری بنیاد بھی مستحکم کرے اور مفکورہ (سوچا سمجھا خاکہ) کو جامہ عمل پہنانے کے لئے بھی مستعد ہو۔"

یہ عبارت طویل ملاقاتوں کے ماحصل کا ایک جزو ہے جو علّامہ اقبالؒ سے مولانا مودودیؒ نے تین دن جاری رکھیں اور ان کا راز داں اور مولانا کے متعلقہ خط کا مخاطب سید ظفرالحسن جیسا ممتاز شخص تھا جس پر مسلم لیگ اور علّامہ اقبالؒ بھی اعتماد رکھتے تھے۔ کہانی کی مثلّث کے اس تیسرے اہم ضلع نے خط محفوظ رکھا اور سہ ماہی "المعارف" (ادارہ ثقافت اسلامیہ) نے شائع کردیا۔

نہایت جوشیلے دور میں تقسیم کار کا فارمولا لوگوں کی توجہ سے ہٹ گیا اور علی الخصوص لادینیت پسند اور سوشلسٹ اور مغرب پرست تارکینِ اسلام اور ان کے زیرِ اثر اہلِ محراب و منبر اور اصحابِ صحافت اور عوام اس کوشش میں لگ گئے کہ اس خطرناک دینی کام کو نہ ہونے دیا جائے اور مولانا مودودیؒ کو گھسیٹ کر مسلم لیگ میں لاکر ایک بے بس پُرزہ بنا دیا جائے اور ان کی جماعت کے قافلۂ اقامتِ دین کو بکھیر دیا جائے۔ اس طرح مولاناؒ کے لئے اپنوں نے ہی کام کی مشکلات بڑھا دیں اور ان کو ہدفِ طعن و بحث بنا لیا۔ اس کا خمیازہ پاکستان نے اس طرح بھگتا کہ آج یہاں ایک چپہ زمین پر امن تک باقی نہیں، مظلوموں کو انصاف میسّر نہیں، شہریوں مجرموں اور تخریب کاروں اور پولیس کے جبّاروں سے پناہ حاصل نہیں۔ کھلم کھلّا رشوت اور ملاوٹ کے بازار لگے ہیں۔ سود، قمار، شراب، رقص و سرود اور خواتین کا جدید طریقوں سے خوفناک استحصال وغیرہ بیماریاں بڑھ رہی ہیں، اخلاقی قدریں مٹ رہی ہیں، خدا کا خوف اور رسولؐ کی محبت اور محاسبۂ آخرت کی تشویش، سب رخصت۔

مولانا مودودیؒ، چوہدری نیاز علی خاں صاحب سے ابتدائی دنوں میں بات کرتے ہوئے فرماتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں کہ "ہم خالص قرآن کی بنیاد پر اسلام کی نشاۃ (Renaissance) چاہتے ہیں" (ص ۲۷۰'۲۷۱)

ماحول' حالات کا تغیّر مولانا کے پروگرام پر کس طرح اس مرحلے میں اثرانداز ہوتا ہے اور اس کی نوعیّت کیا ہے؟ کیا توجیہہ و تعبیر کی جائے گی۔ فرمایا:

> "....... بنیاد کو مضبوط کرنے کے اسی تعمیری کام کے سوا کوئی دوسری چیز کارگر نہیں ہوسکتی جس کا نقشہ میں بنا چکا ہوں۔ دوسری طرف مسلمانوں کے پراگندہ انبوہ اور انقلاب کی منظم فوجیں جس تیزی کے ساتھ تاخت کر رہی تھیں' اسے دیکھ کر میں سمجھ رہا تھا اب بلا تاخیر بچی کھچی قومی حالت کو سنبھالنا ضروری ہے۔ ورنہ جتنی دیر میں ہم اپنے تعمیری کام کو اس حد تک ترقی دے سکیں گے کہ وہ قوم کو سنبھالنے کے قابل ہو اتنی دیر میں قوم ہی ختم ہوجائے گی۔ (ص ۳۷۶)

کاش مسلم لیگ میں ایسے باشعور اصحابِ فکر موجود ہوتے اور ان کا قابو جوشیلے عوام پر ہوتا اور وہ خود جان سکتے اور جماعت کو سمجھا سکتے کہ مولانا مودودیؒ اگرچہ کام کا ایک مستقل تعمیری نقشہ رکھتے ہیں' مگر وہ قوم کو دشمن طاقتوں کا لقمہ نہیں بننے دینا چاہتے۔ اسی چیز نے ان سے سیاسی کشمکش حصہ دوم اور مسئلہ قومیت جیسی کتابیں لکھوائیں۔ مگر مورچوں پر لڑنے والے سپاہی اگر دور بیٹھے سائنس دانوں' اسلحہ سازوں اور سپاہیوں کے مربیوں کے پیچھے پڑ جائیں کہ سب یہاں آکر لڑو' ورنہ تم وفادار نہیں ہو ------ تو ایسی صورت میں ساری جنگی مشینری تباہ ہوجائے گی۔ مولاناؒ خطروں کی لپیٹ میں آئے ہوئے مسلمانوں کو ایک خاص طریق سے مدد پہنچا رہے تھے اور تھوڑا بہت اپنا بنیادی تعمیری کام بھی کر رہے تھے۔

تعجب ہے کہ جماعتِ اسلامی سے ۵۷ میں نکلنے والوں نے اور ان کے ہم رنگ پیش رؤوں نے مولاناؒ کے طرزِ فکر اور پروگرام کی اس بہت بڑی تبدیلی کو کیوں نہ محسوس کیا۔ اور پھر اس تبدیلی میں یہ سبق بھی ہے کہ معاملہ خالص اضطرار کا تھا جس کے تحت مولاناؒ نے اپنی جنگی اسکیم کے رُخ متعین کردیئے تھے' مگر جو نئی اسکیم اختیار کی اس کے تحت بھی کام اپنے ڈھب سے کیا۔ اسلامی لحاظ سے کوئی مکروہ اطوار اختیار نہیں کیے۔

مولانا کی مجوزہ اسکیم کے کئی اہم اجزا بعد میں نگاہ سے اوجھل ہوگئے۔ مثلاً مولانا کا ایک منصوبہ شعبۂ علمی کے تحت مختلف دائرہ ہائے علوم میں تحقیقی و اجتہادی کام میں نوجوان قوتوں کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگانا تھا۔ یہ ہمیشہ کے لئے مدفون ہوگیا۔ مولانا کی تعلیمی اسکیمیں اور ان کا فلسفہ اور ان کے مجوزہ کام بھی فراموش ہوگئے۔ دارُالاسلام کو انھوں نے مثالی بستی قرار دیا (ص ۴۲۲) ۔ بعد میں وہ وقت آیا کہ ہمارے اکابر کہنے لگے کہ اس طرح کا کوئی کام کرنا ہمارے پروگرام میں شامل نہیں ہے۔ خصوصاً منصورہ کے قائم ہونے کے بعد بار بار کہا گیا کہ یہ مثالی بستی نہیں ہے (اور نہ ایسی بستی یہاں بنانے کا ارادہ ہے) ۔

مولانا مودودیؒ کے کارناموں میں سے نہایت ہی اہم کارنامہ اسلامیہ کالج میں اسلامیات پڑھانے کے لئے اپنے خاص میتھڈ کے تحت ایک ایسا کام کرنا ہے جس نے گورنمنٹ کالج لاہور تک کے طالب علموں کو کھینچ لیا۔ اس سلسلے میں مؤلف نے کئی اصحاب کے حوالوں سے مواد جمع کیا ہے۔ اس دور کا ذکر کرتے ہوئے حاشیہ میں مختلف حوالوں سے ایک اُلجھن پیش کی ہے کہ مولاناؒ نے یہ خدمت کب شروع کی اور کب ختم کی۔ حالانکہ اس سلسلے میں ایک زندہ شہادت ڈاکٹر باقر جیسی شخصیت کی موجود ہے' جو اسی دن اسلامیہ کالج میں تعینات کئے گئے جس دن مولانا مودودیؒ اور اتفاق کہ ٹھیک اسی دن ان کا تعلق اسلامیہ کالج سے منقطع ہوا جس دن مولانا کا۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں ان کی تحریر چھپی بھی ہے یا کوئی خط میں نے دیکھا ہے یا مجھ سے گفتگو ہوئی ہے۔ مؤلف کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ ان سے رابطہ کرتے۔ یا اب دوسرے ایڈیشن کے لیے کریں۔

سیّد عبدالعزیز شرقی صاحب کا بیان ہے کہ ایک اجتماع میں دارُالاسلام کے لئے جب ضابطوں کی بحث آئی تو ان میں ایک تجویز یہ تھی کہ جو لوگ دارُالاسلام بنانے کے لئے اٹھیں وہ خود عملاً مسلمان ہوں اور اسلامی تہذیب و تمدّن کا نمونہ بنیں ..... جب یہ شق زیرِ بحث آئی تو چوہدری نیاز علی خاں (مرحوم) نے کہا کہ "یہ تو قابلِ عمل نہیں ہے۔" (دیکھیے ایک محبِ اسلام کا جذبۂ اتباعِ اسلام!)

سیّد عبدالعزیز شرقی اور اس صورتِ واقعہ کے ایک گواہ خواجہ اقبال احمد ندوی [۱] جو نوعمری کے دور میں تھے اس بات پر متفق ہیں کہ اختلاف دارالاسلام کے دستوری خاکہ کی ایک (متذکرہ) شق پر پیدا ہوا جو آگے چل کر خلیج کی صورت اختیار کرگیا۔ شرقی صاحب کہتے ہیں کہ

۱۔ خواجہ صاحب دوسری طرف کہتے ہیں کہ چوہدری نیاز علی خاں کا اختلاف اس دفعہ پھر ہوا جس میں تحریک دارالاسلام کا نصب العین اسلامی حکومت کا قیام قرار دیا گیا۔ (زندگی۔رام پور اپریل ۸۷) دراصل چوہدری صاحب کا مرکزی اختلاف یہی تھا' ضمناً" دوسری باتیں بھی بحث میں آئیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چوہدری صاحب کے قول کا جواب میں نے ہی دیا اور وہ یہ تھا کہ "جن لوگوں کے نزدیک قابلِ عمل نہیں ہے وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ شیخ صاحب جھنجلا کر بولے: "یہ کیسے ہو سکتا ہے' میں وقف کرنے والا ہوں۔" پھر بحث چل پڑی جس میں مولاناؒ نے چوہدری صاحب سے فرمایا: "آپ ایسا کیجئے کہ آپ اس کا نام نیاز علی ٹرسٹ رکھ لیجئے' مسلم ٹرسٹ یا اسلامی ٹرسٹ رکھ لیجئے۔" مگر چوہدری صاحب نے کہا کہ نہیں صاحب! یہ نہیں ہو سکتا۔

اس قصے کو بیان کرتے ہوئے ہمارا مورخ سارا الزام شرقی صاحب پر یہ کہہ کر رکھ دیتا ہے:

"اس تلخی کی ذمہ داری بڑی حد تک شرقی صاحب پر عائد ہوتی ہے۔" کیوں؟ بات ایک تو منطقی تقاضوں کے مطابق حق تھی' دوسرے ہو سکتا ہے کہ اجتماع کے علاوہ دوسرے اوقات میں شرقی صاحب پر عندیہ واضح ہو اور ایک تلخ بات کہنے کے لئے مولانا کو آگے کرنے کے بجائے شرقی صاحب نے ان کے حصے کا بار خود اٹھا لیا ہو۔ تیسرے یہ کہ بعد کی گفتگو میں مولاناؒ نے جو فقرے چوہدری صاحب سے کہے وہ شرقی صاحب کے قول کی تائید میں ہیں۔ چوتھے اگر مولانا بات کو کسی اور راستے پر لے جانا چاہتے تو وہ ایک طرف شرقی صاحب سے کہتے کہ دیکھئے' چوہدری صاحب وقف کرنے والے ہیں ان کی بات کو دوسرے انداز میں لینا چاہیے' دوسری طرف وہ بحث کی آگ کو مزید بھڑکنے سے پہلے یہ تجویز رکھتے کہ کچھ وقفہ رکھا جائے جس میں فریقین از سر نو غور و خوض کر سکیں۔ پانچویں یہ بات کہ کیا چوہدری صاحب کو صاحبِ وقف ہونے کی بنا پر دارُالاسلام کے ایک ایسے ضابطے سے مستثنیٰ قرار دے دیا جاتا جو عین اساسی تقاضائے اسلام تھا یا سرے سے اسے ضابطے سے اڑا دیا جاتا۔ کیا آپ یہ تصوّر کر سکتے ہیں یہ معاملہ اتنا دو ٹوک ہے کہ تجربہ کاری اور ناتجربہ کاری کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آخر شرقی صاحب بچے بھی تو نہ تھے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے از رہِ انکسار اپنے آپ کو قصوروار گردانا ہو۔ پھر بعد میں جو وفد چوہدری صاحب سے گفت و شنید کرتا ہے وہ ناکام لوٹتا ہے کیونکہ وجہِ نزاع ایسی تھی Non Compromising تھی۔ ایسی کسی بات کو اگر شرقی صاحب کہتے' یا صدر الدین اصلاحی یا خواجہ اقبال ندوی تو ہر صورت میں بجا ہوتی۔ یہاں شرقی صاحب خواہ مخواہ ہمارے مورخ کی قلم کی زد میں آکر قابلِ رحم محسوس ہوتے ہیں' جیسے سارا کام انہوں نے خراب کر دیا۔

مولانا کا بعد کا یہ بیان بھی پیش نظر رکھئے کہ انتقالِ مرکز کے بارے میں وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ جو مقاصد اور اصول ہمارے پیش نظر ہیں ان کے تتبع میں کام کرنے کا موقع یہاں (یعنی دارالاسلام وقف میں) نہیں مل سکتا۔ ایک خط میں عنایت اللہ اثری صاحب کو لکھتے ہیں کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"دارالاسلام ٹرسٹ جن لوگوں کے ہاتھ میں تھا وہ چاہتے تھے کہ میں ان کی ہدایت کے تحت کام کروں' جیسے کہ خواجہ صاحب (اقبال احمد ندوی) کا بیان ہے کہ "چوہدری صاحب دارُالاسلام کے دستور میں اسلامی حکومت کا نام نہیں چاہتے تھے۔"

ایسی صورت میں چوہدری صاحب اور مولانا یا تحریک دارالاسلام میں "عدم جلد بازی"' تدبر و تفکرؔ اور مصلحت بینی سے کیا حل نکالا جاسکتا تھا؟ یعنی بجائے اس کے چوہدری صاحب کے طرزِ فکر کی کوتاہی واضح ہو اور اس پر توجہ ہو' محسوس یہ ہوتا ہے کہ سارا معاملہ شرقی صاحب نے خراب کردیا۔ (خدا مولاناؒ پر بھی اور چوہدری صاحب پر بھی رحمت و غفران نازل فرمائے) مورّخ کو کسی غلط پوزیشن کا ملبہ کسی ایک شخص پر نہیں ڈال دینا چاہیے۔

آخر میں ہم یہ کہنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس کتاب میں ایک طرف مولانا کی ذہنی اور عملی تیاریوں اور علمی و تحقیقی جذبات کا تذکرہ ہے' دوسری طرف تحریکی اور جماعتی کام کے مختلف دور اور پہلو سامنے آتے ہیں۔ تیسری طرف نہایت ہی مکدّر ماحول میں کام کرنے والی سیاسی اور مذہبی قوتوں کی روا رو دکھائی دیتی ہے۔ مولانا کو مخالفتوں اور سرکاری اور نیم سرکاری اور مذہبی حلقوں سے اٹھنے والے پروپیگنڈے کا تصوّر حاصل ہوتا ہے' مسلم لیگ کی انتقام پسندانہ روش کے کمالات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور بیرونی دشمن طاقتوں کے مادہ پرستانہ چکروں کے مالیاتی' معاشی اور ثقافتی حملوں' نیز عالمی پروپیگنڈے کی طوفان خیزیوں اور یہود و ہنود کی سازش کاریوں کے پھندوں کا جائزہ لیتے ہیں تو خدا کی اس مہربانی کا احساس ہوتا ہے کہ اس نے تھوڑی سی تعداد میں' اسلام کا کام کرنے والے غریب طبقوں کے لوگوں کو کتنا اثر و نفوذ بخشا ہے۔

اس کتاب کو مؤلف نے بڑی عرقریزی اور اپنے خاص دلی جذبات کے ساتھ لکھا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دماغی کام کے ہر لفظ میں ان کا دل دھڑک رہا ہے۔

کتاب چھپنے کے بعد جب طباعتی غلطیوں کی عام شکایت ہوئی تو ایک مجلس تشکیل دی گئی جس نے ایسی غلطیوں کی فہرست تیار کی جو بہت لمبی تھی' پھر ان میں سے ضروری الفاظ کا تصحیح نامہ کتاب کے ساتھ لگا دیا گیا۔

آباد شاہ پوری صاحب کی ولولہ انگیز نگارش اور مولانا مودودیؒ کی اہم تحریروں کے اقتباسات' نیز واقعات و اشخاص کے تذکروں کو ادارۂ معارف اسلامی منصورہ لاہور کے اہتمام سے شائع کیا گیا ہے اور اس کتاب کا تقسیم کنندہ المنار بک ڈپو (منصورہ' لاہور) ہے۔ کاغذ دبیز اور سفید' کمپیوٹر کی خوبصورت طباعت' مضبوط گتے کی جلد اور اس پر کتاب کے نام کے لئے

باقی بر صفحہ ۱۰۴

© rasailojaraid.com